پرچہ I: (انشائیہ طرز)	نہم 2016ء	اردو (لازمی)
کل نمبر: 60	(پہلا گروپ)	وقت: 2 گھنٹے 10 منٹ

(حصہ اوّل)

سوال 2:- درجِ ذیل اشعار کی مختصر تشریح کیجیے (تین اشعار حصہ نظم سے اور دو اشعار حصہ غزل سے): **(10)**

(حصہ نظم)

(i)
محرم بھی ہے ایسا ہی جیسا کہ ہے نا محرم
کچھ کہہ نہ سکا جس پہ یاں بھید کھلا تیرا

جواب: تشریح:

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی جستجو میں اپنے آپ کو فنا کر دیتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی ذات کے راز کھل جاتے ہیں، لیکن اس کے بعد انھیں دنیا کی کسی چیز سے دلچسپی نہیں رہتی۔ جو حق کو پا لیتے ہیں دنیا ان کی نظروں میں بے وقعت ہو جاتی ہے۔ پھر وہ دنیا کے کام کاج چھوڑ کر فنا فی اللہ ہو جاتے ہیں۔ اللہ کے معاملے میں جاننے والا اور نہ جاننے والا اسی لیے برابر ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی ذات میں کھو جاتا ہے وہ ہر چیز سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی ہے جو سمجھ میں نہیں آتی۔

(ii)
تری راہ میں خاک ہو جاؤں مر کر
یہی میری حُرمت، یہی آبرو ہے

جواب: تشریح:

شاعر حضور پاک ﷺ کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں آپ ﷺ کے بتائے ہوئے راستے یعنی سنت پر عمل کروں اور اسی راستے پر چلتے ہوئے موت کا پیغام آ جائے۔ میرا جینا اور میرا مرنا آپ ﷺ ہی کے لیے ہو۔ ایسی شان دار موت ہی میں میری بخشش کا سامان ہے۔ شاعر حضرت محمد ﷺ سے بے حد محبت کی وجہ سے آپ ﷺ کو اپنا محبوب مانتا ہے اور خواہش کر رہا ہے کہ آپ ﷺ کے بتائے ہوئے راستے اور تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کروں، موت آئے تو میرا دھیان صرف آپ ﷺ کی ذات اقدس پر ہی

ہو اور اس سے بڑھ کر میرے لیے کوئی اور بات عزت کے قابل نہیں ہو سکتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں موت آجائے۔

(iii)

پڑتے ہیں پانی ہر جا جل تھل بنا رہے ہیں
گلزار بھیگتے ہیں سبزے نہا رہے ہیں

جواب : تشریح:

برسات کا حال نظیر اکبر آبادی نہایت خوبصورت انداز سے ایسے پیش کرتے ہیں گویا برسات کا موسم ہمارے سامنے ہو۔ برسات میں اتنی بارش ہوتی ہے کہ صرف گلزاروں تک ہی محدود نہیں بلکہ جہاں تک نظر دوڑائیں ہر طرف پانی ہی دکھائی دیتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ سبزہ بھی بارش میں نہایا ہو۔ بارش سے سبزے پر پڑی گرد و غبار سب دھل جاتی ہے اور سبزہ بلکہ ہر چیز پر نکھار سا آجاتا ہے۔ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے جیسے ہر چیز سبزے میں نہائی ہوئی ہو۔

(iv)

ہے تیرے گلستاں میں بھی فصلِ خزاں کا دور
خالی ہے جیبِ گل زرِ کامل عیار سے

جواب : تشریح:

مسلمانانِ برِصغیر کی پوری تاریخ اقبالؒ کے سامنے تھی اور وہ ان کی پسماندگی دیکھ کر تڑپ رہے تھے۔ یہ سب نتیجہ تھا آپس کے عدم اتحاد کا۔ اقبالؒ نے مسلمانوں کو جھنجھوڑا کہ اے مسلمانو! اس وقت تمھارے گلستان میں خزاں کا راج ہے۔ تم زوال میں گھر چکے ہو۔ اس کی وجہ دامنِ دین سے دوری ہے، تم نے اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے نہیں تھاما۔

جس طرح پھولوں کو ہاتھ میں پکڑا جائے تو ہاتھوں میں زرد زرد سفوف سا لگ جاتا ہے یہی حالِ زر ہوتا ہے اور اسی سے پھولوں کی شادابی اور خوشبو ہوتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کے گلستان کے پھول خوشبو اور شادابی سے محروم ہو چکے ہیں۔ اب ایسے لوگ باقی نہیں رہے جو ایمان کی دولت سے مالا مال تھے۔ ہمیں اس وقت اتحاد کی جتنی ضرورت ہے پہلے کبھی نہ تھی۔ اس زوال سے نکلنے کا بس ایک ہی طریقہ ہے کہ آپس میں اتحاد اور اتفاق ہو اور مسلمان تفرقہ بازی چھوڑ کر

ایک ہو جائیں۔ اتحاد ہی ایسی طاقت ہے جو دوسری قوموں پر فتح یاب کر سکتی ہے۔

(حصہ غزل)

(v) چشمِ دل کھول اُس بھی عالم پر
یاں کی اوقات خواب کی سی ہے

جواب: تشریح:

میر تقی میر کہتے ہیں کہ ہم اس دنیا میں تھوڑی دیر کے لیے آتے ہیں۔ اس دنیا میں آ کر ہم خوابِ غفلت میں پڑ جاتے ہیں۔ ہمیں دوسری دنیا کی کوئی فکر نہیں ہوتی ہے۔ خواب کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کی تعبیر اُلٹ ہوتی ہے، یہی حال اس دنیا کا ہے کہ اگر ہم اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بھول کر عیش و عشرت میں مگن رہیں گے تو دوسری دنیا میں اس کا اجر ہمیں اچھا نہیں ملے گا۔

(vi) دلِ ناداں تجھے ہُوا کیا ہے؟
آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟

جواب: تشریح:

اس شعر میں شاعر اپنے دل کو ملامت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے میرے نادان اور ناسمجھ دل تجھے کیا ہو گیا ہے۔ ہوش کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑ اور اپنی حرکتوں سے باز آ جا، کیوں کہ جس مرض میں تو مبتلا ہو چکا ہے اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ مرزا غالب اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے میرے دل مجھے بتا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے؛ کچھ سمجھ میں آئے گا تو میں تیرے مرض کا علاج کر سکوں گا۔

اصل میں مرزا غالب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جب دل کی خواہش غالب آ جاتی ہے تو وہ دماغ کے فیصلے ماننے سے انکار کر دیتا ہے۔ دل کے فیصلے جذباتی ہوتے ہیں، اسی لیے مرزا غالب نے اپنے دل کو نادان کہا ہے۔ وہ اپنے دل ہی سے اپنے درد کا درماں پوچھ رہے ہیں۔

(vii) عُمرِ دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

جواب: تشریح:

شاعر چونکہ قید میں ہے، پریشان ہے اور اپنی زندگی کے آخری دن بڑی مفلسی اور بے چارگی میں گزار رہا ہے، اسے دنیا اور اس میں جو کچھ ہے، پسند نہیں ہے، کیونکہ اس دنیا میں اُس کے ساتھ بہت زیادتی ہوئی کہ انگریزوں نے اُسے قید کر دیا، اس کے بچوں کو دنیا سے ختم کر دیا۔ وہ بڑی محرومی اور حسرت سے کہتا ہے کہ یہ دنیا ظالم ہے اور مختصر زندگی ہے۔ اس زندگی میں انسان اتنی خواہش کر بیٹھتا ہے اور بھول جاتا ہے کہ یہ مختصر سی زندگی ہے۔ جب کوئی خواہش پوری نہیں ہوتی اور موت کا وقت قریب ہوتا ہے تو زندگی ختم ہو جاتی ہے۔

(حصہ دوم)

سوال :3- درجِ ذیل نثر پاروں کی تشریح کیجیے۔ سبق کا عنوان، مصنف کا نام اور خط کشیدہ الفاظ کے معانی بھی لکھیے: (5,5)

(الف) ہاتھ پاؤں کی محنت، اوقات بسر کرنے اور روٹی کما کر کھانے کے لیے نہایت ضروری ہے۔ روٹی پیدا کرنا اور پیٹ بھرنا، ایک ایسی چیز ہے کہ بہ مجبوری اُس کے لیے محنت کی جاتی ہے اور ہاتھ پاؤں کی کاہلی چھوڑی جاتی ہے اور اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ محنت مزدوری کرنے والے لوگ اور وہ جو کہ اپنی روزانہ محنت سے اپنی بسر اوقات کا سامان مہیا کرتے ہیں۔

جواب: حوالۂ متن:

سبق کا عنوان: کاہلی   مصنف کا نام: سر سید احمد خان

مشکل الفاظ کے معانی:

اوقات بسر کرنا:	زندگی گزارنا	پیٹ بھرنا:	کھانا کھانا
کاہلی:	سستی	مہیا کرنا:	اکٹھا کرنا

تشریح:

سر سید احمد خان بیان کرتے ہیں کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہاتھ پاؤں سے محنت نہ کرنا، محنت مزدوری نہ کرنا، اُٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے میں سستی کرنا کاہلی ہے۔ دل کی قوتوں کو بے کار چھوڑ دینا سب سے بڑی کاہلی ہے۔ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار نہ لانا، اپنی قابلیتوں سے فائدہ نہ اُٹھانا، اُنھیں بے کار چھوڑ دینا ہی اصل کاہلی ہے۔

پیٹ بھرنے کے لیے روٹی کما کر کھانا ضروری ہے' لہٰذا اپنی اوقات بسر کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں کی کاہلی چھوڑ کر محنت کی جاتی ہے۔ اسی لیے محنت مزدوری کرنے والے افراد بہت کم کاہل ہوتے ہیں۔ محنت سے سخت کام کرنا ان کی طبیعت کا حصہ بن جاتا ہے۔ جن لوگوں کو اپنی اوقات بسر کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں سے سخت محنت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی وہ اپنی اہلیتوں' صلاحیتوں اور قابلیتوں کو بے کار چھوڑ کر کاہل بن جاتے ہیں۔

(ب) سلیم کان پر ہاتھ رکھ کر بولے: ''خدا اس دیہاتی زندگی سے بچائے۔ ابا جان! اچھا ہوا آپ فوج میں آگئے! ورنہ ہم بھی چھوٹے چودھری کی طرح مویشیوں کے ساتھ سور ہے ہوتے اور مسجد میں جا کر نہاتے۔'' ''لیکن چھوٹا چودھری تو اس زندگی سے بھی ناخوش نہ تھا۔'' ''مگر ابا جان! بے چارے ماسٹر جی کا کیا بنا؟''

جواب: حوالۂ متن:

سبق کا عنوان: قدرِ ایاز مصنف کا نام: کرنل محمد خان

مشکل الفاظ کے معانی:

کان پر ہاتھ رکھنا:	حیرانگی ظاہر کرنا	مویشیوں:	جانوروں
ناخوش:	افسردہ	بے چارہ:	قابلِ رحم

تشریح:

کرنل محمد خان نے اس کہانی کے ذریعے سے دیہات کی اہمیت کو بیان کیا ہے۔ عام طور پر لوگ دیہاتیوں کو بے وقوف' جاہل اور ان پڑھ سمجھتے ہیں' لیکن دیہات کا ایک بچہ' جسے اس نے چھوٹا چودھری کہا ہے' پڑھ لکھ کر فوج میں بڑا افسر بن گیا۔ اس کا حقیقی بیٹا دیہاتیوں کو اچھا نہیں سمجھتا تھا' لیکن جب اسے پتا چلا کہ اس کا باپ خود ایک گاؤں سے تعلق رکھتا ہے تو اس کے نظریات میں بہت زیادہ تبدیلی آئی۔ ذہانت کسی کی میراث نہیں ہے' اللہ تعالیٰ جسے چاہے عطا کر دیتا ہے۔ دیہات ہو یا شہر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم بلاوجہ گاؤں کے لوگوں کو کمتر سمجھتے ہیں حالانکہ گاؤں کے لوگ بھی بہت اچھے ہوتے ہیں۔

سوال 4: درجِ ذیل میں سے کوئی سے پانچ سوالات کے مختصر جوابات لکھیے: (10)

(i) انسان کب سخت کاہل اور وحشی ہو جاتا ہے؟

جواب: جب انسان اپنی تعلیم اور عقل کو کام میں نہیں لاتا' عارضی ضرورتوں کا منتظر رہتا ہے اور اپنی دلی قویٰ کو بے کار ڈال دیتا ہے تو وہ سخت کاہل اور وحشی ہو جاتا ہے۔

(ii) سلیم اپنے بھائی کے ساتھ مدرسے کیوں نہیں جاتا تھا؟

جواب: سلیم اپنے بھائی کے ساتھ اس لیے مدرسے نہیں جاتا تھا' کیونکہ وہ صبح سویرے اُٹھ کر امتحان کی تیاری کے لیے اپنے ہم جماعت کے گھر چلا جاتا تھا۔ وہاں سے اگر دیر ہو جاتی تو گھر آنے کی بجائے مدرسے چلا جاتا۔

(iii) مرزا غالب کو کہاں کہاں سے خط آتے تھے؟

جواب: ہندوستان میں ملک کے کونے کونے سے آپ کے دوست آپ کو خط بھیجتے تھے۔

(iv) جمن شیخ اور الگو چودھری میں دوستی کا آغاز کب ہوا؟

جواب: جمن شیخ اور الگو چودھری میں دوستی کا آغاز اُس زمانے میں ہوا جب یہ دونوں لڑکے جمن شیخ کے والد شیخ جمعراتی کے شاگرد تھے۔

(v) بیماری کے باوجود میاں دفتر جانے کے لیے کیوں تیار ہو جاتا ہے؟

جواب: گھر میں بیوی میاں کے آرام وسکون کا خیال رکھنے کے چکروں میں خود شور مچاتی ہے۔ اوپر سے بچوں کے کھلونے کا شور' ملازم کے ریتھے کُوٹنے کا شور' ہمسائے کے لڑکے کا ہارمونیم پر بے سُرے گانے کا شور' فقیر کے مانگنے کا شور وغیرہ سب مل کر میاں کو اس قدر پریشان کرتے ہیں کہ بیماری کے باوجود میاں دفتر جانے کو تیار ہو جاتا ہے۔

(vi) تیتر اللہ تعالیٰ کی عظمت کیسے بیان کرتے ہیں؟

جواب: تیتر سبحان تیری قدرت کہ کر اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کرتے ہیں۔

(vii) جیبِ گُل کس چیز سے خالی ہے؟

جواب: پھول کی جیب زرِ کامل عیار سے خالی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ پھولوں کا دامن

خالص سونے سے خالی ہو چکا ہے۔ یہاں سونے سے مراد پھول کے زردانے ہیں جن سے نئے پھول بنتے ہیں۔ بالکل اس طرح جیسے مسلمان اسلامی تعلیمات کو بھول چکے ہیں اور ان میں اتحاد باقی نہیں رہا۔

(viii) شاعر "اضطراب" کی حالت میں کیا کرتا ہے؟

جواب : شاعر اضطراب کی حالت میں بار بار محبوب کے در پر جاتا ہے۔

سوال 5:- کسی ایک سبق کا خلاصہ لکھیے: (الف) ہجرتِ نبوی ﷺ (ب) پنچایت (5)

جواب : **(الف) ہجرتِ نبوی ﷺ**

خلاصہ:

جب کفار کا ظلم و ستم اور جبر و تشدد حد سے بڑھ گیا تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کا مسلمانوں کو حکم دیا اور خود اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔ نبوت کے تیرھویں سال اکثر صحابہؓ مدینے پہنچ چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا۔ کفار نے مدینے میں اسلام کو تیزی سے پھیلتے اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد دیکھی تو انھیں اپنے جھوٹے مذہب کو بچانے کی فکر لاحق ہوگئی۔ ابوجہل نے کہا کہ ہر قبیلے سے ایک آدمی منتخب کیا جائے۔ پھر مل کر حضور اکرم ﷺ کے گھر کا محاصرہ کرلیں اور جونہی آپ ﷺ باہر تشریف لائیں ان کا (نعوذ باللہ) خاتمہ کر دیا جائے۔ اس صورت میں تمام قبائل پر خون کی ذمہ داری عائد ہوگی اور آلِ ہاشم تمام قبائل کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ تمام قبائل نے اتفاق کرتے ہوئے حضور ﷺ کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔

حضور اکرم ﷺ کے ساتھ سخت دشمنی کے باوجود قریش کو آپ ﷺ کی صداقت اور دیانت پر مکمل اعتماد تھا۔ لوگ آپ ﷺ کے پاس امانتیں رکھتے تھے۔ ہجرت کے وقت آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر سلایا اور نصیحت کی کہ لوگوں کی امانتیں واپس کر کے مدینہ منورہ پہنچ جائیں۔ پھر آپ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے مٹی کی ایک چٹکی

اٹھائی اور قریش کی طرف پھینکی۔ ان کو کچھ نظر نہ آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم ان کے درمیان سے نکل کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر پہنچے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ طے شدہ پروگرام کے مطابق مکہ سے روانہ ہو کر جبلِ ثور کی غار میں پہنچے۔ تین دن تک آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ نے قیام فرمایا۔

ادھر مکہ میں صبح قریش کی آنکھیں کھلیں تو بستر پر حضرت علیؓ کو سویا ہوا پایا۔ حضرت علیؓ کو پکڑ کر حرم پاک میں لے گئے۔ کچھ دیر اپنی تحویل میں رکھ کر چھوڑ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی تلاش میں نکلے اور غارِ ثور تک پہنچ گئے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے کافروں کی آہٹ پا کر گھبراہٹ کا اظہار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا: "گھبراؤ نہیں! بے شک اللّٰہ ہمارے ساتھ ہے۔" قریش نے اعلان کیا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم اور ابوبکرؓ کو گرفتار کر کے لائے گا اس کو سو اونٹ انعام میں دیے جائیں گے۔

مدینے میں آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی آمد کی خبر پہلے ہی پہنچ چکی تھی۔ پورا مدینہ شہر انتظار میں تھا۔ معصوم بچے فخر اور خوشی سے کہتے کہ ہمارے پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ لوگ ہر روز صبح سویرے گھروں سے نکل کر شہر کے باہر جمع ہوتے اور دوپہر تک انتظار کر کے حسرت کے ساتھ گھروں کو واپس چلے جاتے۔ ایک دن لوگ انتظار کر کے واپس گھروں کو جا چکے تھے کہ ایک یہودی نے قلعے سے آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی آمد کے آثار دیکھے اور صورتِ حال کا اندازہ لگا کر پکارا: "اے اہلِ عرب! جن کا تمھیں انتظار تھا وہ آ گئے۔" لوگ جوق در جوق آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے استقبال کے لیے اُمڈ آئے اور تمام شہر اللّٰہ اکبر کی صداؤں سے گونج اُٹھا۔

(ب) پنچایت

جمن شیخ اور الگو چودھری دوست تھے۔ شیخ جمن نے کسی طرح اپنی بوڑھی خالہ کے مکان کی جائیداد کی رجسٹری اپنے نام کروالی۔ جیسے ہی رجسٹری اس کے نام ہوگئی تو جمن کی بیوی نے آہستہ آہستہ روٹیوں کی تعداد سے سالن کی مقدار میں کمی کر دی۔ کچھ دن تو بڑھیا نے برداشت کیا، مگر جب برداشت کی حد ختم ہوگئی تو جمن سے شکایت کی۔ جمن نے خالہ کو ٹکا سا جواب دیا۔ خالہ نے

اپنا معاملہ پنچایت کے سامنے پیش کر دیا۔

شام کو پنچایت بیٹھی۔ بڑھیا نے حاضرین سے مخاطب ہو کر اپنی کہانی سنائی اور انھیں فیصلہ کرنے کو کہا۔ تم جو راہ نکالو میں اس کو مانوں گی۔ تمھارے سوا میرے دکھ کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ اگر میری غلطی دیکھو میرے منہ پر تھپڑ مارو، جمن کی غلطی ہے تو اسے سمجھاؤ۔ رام دھن مصر نے پوچھا: جمن میاں تم پنچ کیسے بناؤ گے؟ اُس نے کہا: جسے خالہ چاہیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ خالہ نے پوچھا: الگو چودھری کو پنچ مانو گے؟ جمن خوشی سے باغ باغ ہو گیا' مگر الگو اس مسئلے میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔ کہنے لگا: بوڑھی ماں! تم جانتی ہو کہ میں اور جمن بہت اچھے دوست ہیں۔ خالہ نے کہا: بیٹا! دوستی کے لیے کوئی اپنا ایمان نہیں بیچتا۔

الگو چودھری' شیخ جمن سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ جمن ہم تم پرانے دوست ہیں اور انصاف کا معاملہ ہے اور ایمان یہ ہے کہ دوستی کی خاطر بے ایمانی نہ کی جائے۔ بیوہ خالہ نے اپنا حال سنا دیا۔ پھر جمن نے کہا: پنچو! میں اپنی خالہ کو ماں کے برابر سمجھتا ہوں اور ان کی خدمت میں کسی قسم کی کمی نہ آنے دیتا' مگر عورتوں کا تو آپ کو پتا ہے کہ آپس میں جھگڑتی رہتی ہیں۔ میں مجبور ہوں اور نہ ہی ہر مہینے پیسے دے سکتا ہوں۔ باقی جو حکم آپ کا میں ماننے کے لیے تیار ہوں۔ پنچوں نے فیصلہ کیا کہ اگر تم کھیتوں سے ملنے والے منافع سے ہر مہینے کچھ رقم خالہ کو نہیں دے سکتے تو تمھارا ہبہ نامہ منسوخ ہو جائے گا۔

جمن کے دل سے الگو کی دوستی سے غداری کا خیال نہ جاتا تھا اور انتقام کی آگ میں جل رہا تھا۔ الگو دو بیل میلے سے خرید کر لایا۔ پنچایت کے ایک مہینے بعد ایک بیل مر گیا۔ اور نہ چاہتے ہوئے اس نے دوسرا بیل ادھار سیٹھ سمجھو کو بیچ دیا۔ سیٹھ نے بیل پر اس قدر ظلم کیا کہ وہ مر گیا۔

اس واقعے کو کئی ماہ گزر گئے' الگو جب بیل کی قیمت مانگنے جاتا' تو سیٹھ اور اس کی بیوی اس کو بُرا بھلا کہتے۔ لوگوں نے پنچایت سے فیصلہ لینے کا مشورہ دیا۔ دونوں فریق راضی ہو گئے۔ تیسرے دن پھر اسی درخت کے نیچے پنچایت بیٹھی۔ سمجھو نے جمن کا نام تجویز کیا' الگو نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ پنچایت شروع ہوئی۔ دونوں فریقوں نے اپنی اپنی داستان سنائی۔ شہادتیں پیش کی گئیں۔ جمن نے غور سے سنا اور فیصلہ سنایا کہ سمجھو کو بیل کی پوری قیمت ادا کرنا واجب ہے۔

پنچایت کے ایک گھنٹے بعد جمن، الگو کے پاس آیا اور اس سے لپٹ کر بولا: بھیا! جب سے تم نے میری پنچایت کی ہے، میں دل سے تمھارا دشمن تھا، مگر آج معلوم ہوا کہ فیصلے کی کرسی پر بیٹھ کر کوئی کسی کا دوست نہیں رہتا اور نہ دشمن۔ انصاف کے سوا کچھ نہیں سوجھتا۔ یہ اللّٰہ تعالیٰ کی شان ہے۔ اس طرح پھر سے دونوں کی دوستی کا آغاز ہو گیا۔

سوال: 6- نظم "حمد" کا مرکزی خیال/ خلاصہ لکھیے اور شاعر کا نام بھی لکھیے۔ (5)

جواب: شاعر کا نام: مولانا الطاف حسین حالی

مرکزی خیال:

اللّٰہ تعالیٰ خالق و مالک ہے۔ تمام انسانوں کے دل اس کے قبضہ میں ہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ کے اپنے بندے پر اس قدر احسانات ہیں کہ وہ کسی ایک کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ جسے اللّٰہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جائے وہ اللّٰہ تعالیٰ کا ولی کامل بن جاتا ہے اور پھر اس کو کسی چیز کا نہ خوف ہوتا ہے، نہ ہی کچھ غم۔ خواہ وہ کسی بھی حال میں کیوں نہ ہوں۔ ان کی نظر میں شاہی لباس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

خلاصہ:

مولانا الطاف حسین حالی اللّٰہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تمام انسانوں کے دل اللّٰہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ نافرمان آدمی بھی اُسی کی تعریف کرتا ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ کے انسان پر اتنے احسانات ہیں کہ جتنا بھی حق ادا کیا جائے کم ہے۔ جس کو بھی اللّٰہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جائے پھر وہ دنیا کی مشکلات سے عاری ہو جاتا ہے۔ موسمِ بہار کی ہوا گھر گھر اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت کا پیغام دے رہی ہے۔ شاعر اپنے کلام کے بارے میں لکھتا ہے کہ اے حالی! تیرا ہر شعر دل پر اثر کرتا ہے، کیونکہ تیرے شعر کہنے کا انداز دوسروں سے الگ اور نرالا ہے۔

سوال: 7- مالک مکان کے نام خط تحریر کیجیے جس میں اُسے مکان کی مرمت کی طرف توجہ دلایے۔ (10)

جواب: طارق کالونی، لاہور

25 مارچ 2016ء

مکرمی جناب اورنگ زیب صاحب!

اسلام علیکم! میں آپ کی توجہ ایک اہم مسئلہ کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں جس کی وجہ سے میں کافی عرصہ سے پریشان ہوں اور آئندہ آپ کو بھی اس وجہ سے پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ مکان جہاں میں رہائش پذیر ہوں جگہ جگہ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ ڈرائنگ روم اور صحن کا فرش کافی خستہ ہوگیا ہے۔ باورچی خانہ کی دیواریں بھی کافی خستہ حال ہوچکی ہیں۔ اس کے علاوہ مکان کو رنگ وروغن کی بھی ضرورت ہے۔ مالک مکان ہونے کی حیثیت سے آپ کا یہ فرض ہے کہ آپ اس گھر کی بہتر مرمت کروائیں تاکہ آپ اور میں مستقبل کی پریشانی سے محفوظ رہیں۔ امید ہے آپ ممنونیت کا موقع دیں گے۔

فقط والسلام

مخلص

ملک کرم حسین

یا

فوڈ کنٹرولر کے نام راشن ڈپو کے خلاف درخواست لکھیے۔

جواب: بخدمت جناب ڈسٹرکٹ فوڈ کنٹرولر، انارکلی لاہور۔

جنابِ عالی!

مؤدبانہ گزارش ہے کہ ہمارے محلے کے راشن ڈپو 114 کے باہر کھلنے اور بند ہونے کے جو اوقات لکھے ہیں ان کے مطابق ڈپو کھلتا اور بند نہیں ہوتا۔ کوئی راشن لینے آئے تو اُن کا رویہ بہت سخت ہو جاتا ہے۔ اچانک کئی کئی گھنٹے غائب رہتے ہیں۔ اگر کوئی پوچھ لے تو اس سے جھگڑے تک نوبت آجاتی ہے۔

ورنہ دوسرا بہانہ راشن ختم ہونے کا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے بازار سے مہنگی اشیا لینے پر مجبور ہیں۔ براہِ کرم اس ڈپو کے ذمہ دار لوگوں کو حکم دیں کہ باقاعدگی سے اوقات کے مطابق راشن فراہم کریں اور صارفین سے خوش اخلاقی سے پیش آئیں۔ آپ کی بروقت توجہ اور کارروائی کے لیے انتہائی ممنون ہوں گے۔

العارض

اہلِ محلہ انارکلی

ا۔ب۔ج

22اپریل2013ء

:8- ''عقلمند بیوی'' کے عنوان سے کہانی تحریر کیجیے۔ (5)

جواب :

''عقلمند بیوی''

دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں گرمی شباب پر تھی۔ایک بڑھیا لاٹھی کے سہارے چلتی ہوئی آئی اور ایک بزاز کی دکان پر بیٹھ گئی۔دکاندار نے ہانپتی ہوئی بڑھیا کو پانی پلایا اور گاہکوں کو کپڑا دکھانے میں مصروف ہوگیا۔بڑھیا بیٹھی رہی اور گاہکوں کی گفتگو سنتی رہی۔گاہک چلے گئے تو بزاز نے اپنے نوعمر ملازم سے کہا: یہ لو برقع گھر میں دے دینا اور کہنا کہ فلاں صندوق میں کپڑے کا ایک تھان رکھا ہے وہ نکال کر دے دیں' گاہک کو دینا ہے۔

ملازم نے برقع لیا اور دکان سے نیچے اترا۔بڑھیا بھی اُٹھی اور چل دی۔اب ملازم آگے آگے اور بڑھیا پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔جوں ہی دکان سے ذرا دور ہوئی' اس نے ملازم کو آواز دے کر ٹھہرایا اور باتوں باتوں میں بزاز کا گھر دریافت کرلیا۔اچانک بڑھیا کو کچھ یاد آیا۔ملازم سے بولی: ''میرے اچھے بیٹے! میں تمھاری دکان پر اپنی نقدی کی پوٹلی بھول آئی ہوں۔ذرا دوڑ کر جاؤ اور لے آؤ' ایسا نہ ہو کہ کوئی اور لے جائے۔یہ برقع مجھے دو اور جلدی آنا۔میں یہیں کھڑی انتظار کرتی ہوں۔''

ملازم بڑھیا کی باتوں میں ایسا آیا کہ اس نے برقع بڑھیا کو دیا اور دکان کی طرف چل دیا۔ بڑھیا نے موقع غنیمت سمجھا اور جلدی جلدی قدم اُٹھاتی ہوئی بزاز کے گھر آ پہنچی۔دروازہ کھٹکھٹایا' بزاز کی بیوی نے دروازہ کھولا اور پوچھا: ''بڑی بی! کیا بات ہے''؟ بڑھیا نے کہا: ''یہ لو برقع! تمھارے خاوند نے بھیجا ہے اور کہا ہے کہ جلدی سے فلاں صندوق میں سے ایک تھان نکال کردے دو۔گاہک دکان پر بیٹھا انتظار کررہا ہے۔''

بزاز کی بیوی نے برقع لے لیا اور کہا: ''تُو جانے کون ہے؟ میں تجھے تھان نہیں دوں گی۔''

بڑھیا نے بہتیرا کہا۔ میں دکان سے آ رہی ہوں۔ ملازم مصروف تھا' اس لیے مجھے ہی آنا پڑا' مگر بزاز کی بیوی ٹس سے مس نہ ہوئی۔ آخر بڑھیا نے کہا: ''تھان نہیں دیتی تو برقع ہی دے دو۔ میں دکان پر دے دوں گی۔'' بزاز کی بیوی نے کہا: ''برقع میرے خاوند نے بھیجا ہے' میں نے لے لیا ہے۔ اب میں تجھے نہ برقع دے سکتی ہوں اور نہ تھان۔'' بڑھیا نے سوچا کہ یہ فریب میں نہیں آئے گی۔ ملازم پہنچ گیا تو پولیس کے حوالے ہونا پڑے گا۔ چپکے سے بھاگی اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اس روز سارے شہر میں ڈونڈی پٹ گئی کہ ایک کٹنی شہر میں گھسی ہوئی ہے۔

یا

دکاندار اور خریدار کے درمیان مکالمہ تحریر کیجیے۔

جواب: **''دکاندار اور خریدار کے درمیان مکالمہ''**

گاہک: السلام علیکم۔

دکاندار: وعلیکم السلام۔

گاہک: بھائی آپ کے پاس کریانے کا سامان ہے؟

دکاندار: جی ہاں کیوں نہیں' ہمارے پاس ہر قسم کا سامان ہے۔

گاہک: براہِ مہربانی ایک کلو مسور کی دال دے دیں۔

دکاندار: مسور کی دال ختم ہو گئی ہے ابھی نیا مال نہیں آیا۔ اس کے علاوہ آپ کو سب کچھ مل جائے گا۔

گاہک: اگر آپ کے پاس ماش کی دال ہے تو وہ دے دیں۔

دکاندار: ماش کی دال ہم دکان پر نہیں رکھتے اس کے گاہک تو کم ہی ہوتے ہیں۔ 200 روپے کلو دال کوئی کیسے خریدے؟

گاہک: ہر چیز کی تو اتنی قیمتیں بڑھ گئی ہیں کہ دکاندار بھی اس لیے چیز نہیں لاتے کہ کوئی خریدے گا ہی نہیں۔

دکاندار: صاحب چنے کی دال بے شمار پڑی ہے۔

گاہک: چلیں دو کلو دے دیں۔

دکاندار: صاحب بہت ہے جتنی چاہے لے لیں۔

گاہک: گھی کے دو کنستر بھی دے دو۔

دکاندار: میں آپ کو بازار سے بیس روپے کم دوں گا۔

گاہک: شکریہ۔ آپ نے خود ہی خیال کیا۔

دکاندار: اس کے علاوہ آپ کو جو کچھ بھی چاہیے ہو آپ میری دکان سے طلب کر سکتے ہیں۔

گاہک: بس فی الحال تو یہی چاہیے تھا، بل بنا دیں۔

دکاندار: 4,500 روپے کا بل بنا ہے۔

گاہک: جی۔ یہ لیجیے۔

دکاندار: شکریہ۔

سوال :9- درج ذیل جملوں کی دُرستی کیجیے: **(5)**

(i) رات آئی بات آئی۔

دُرست: رات گئی بات گئی۔

(ii) خدمت میں عظمت ہے۔

دُرست: محنت میں عظمت ہے۔

(iii) مور کی داڑھی میں تنکا۔

دُرست: چور کی داڑھی میں تنکا۔

(iv) ماروں گھٹنا پھوٹے ہاتھ۔

دُرست: ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ۔

(v) جس کی لاٹھی اس کی گائے۔

دُرست: جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔

یا

درج ذیل جملوں کی تکمیل کیجیے:

(i) حساب جو جو۔۔۔۔۔

مکمل: حساب جو جو بخشش سو سو۔

(ii) یہاں کا باوا آدم۔۔۔۔۔

مکمل: یہاں کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔

(iii) عید پیچھے۔۔۔۔۔

مکمل: عید پیچھے ٹرو۔

(iv) غریب کی جورو۔۔۔۔۔

مکمل: غریب کی جورو سب کی بھابھی۔

(v) صورت نہ شکل۔۔۔۔۔

مکمل: صورت نہ شکل بھاڑ سے نکل۔